39

انبیاء کی جماعتیں بغیر عظیم الشان ابتلاؤں کے ترقی نہیں کیا کرتیں

(فرمودہ 31/اکتوبر 1947ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''انسان کی عقل کا اندازہ بہت چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ خطیب کا رخ اپنے مخاطبوں کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن آج جو لاؤڈ سپیکر لگایا گیا ہے اس میں خطیب سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ باہر کی طرف منہ کر کے بولے اور اس کے تمام مخاطب مرد اور عورت اس کے بائیں کندھے کی طرف ہوں۔ لگانے والے کو پتہ تھا کہ لوگ اِس طرف بیٹھے ہیں اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ خطیب کی آنکھیں اُس کے ماتھے میں ہیں کان میں نہیں۔ مگر نہ معلوم کس خیال سے اس نے اس طرح لاؤڈ سپیکر لگا دیا ہے کہ اگر مَیں اُدھر منہ کر کے بولوں اور جودھامل بلڈنگ کو مخاطب کروں تب تو اُس کی غرض پوری ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ مومن کی شان یہ بھی ہے کہ وہ ہوشیار ہونا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ فرماتے صَفُّوْا صُفُوْفَکُمْ [1] اپنی صفیں ٹھیک کرو۔ پھر آپ فرماتے کہ اگر تم نے اپنی صفیں ٹھیک نہ کیں تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے [2]۔ دیکھو نظام کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنا خیال رکھا ہے کہ آپ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ اگر تم نے نظام کی پابندی نہ کی تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یعنی تمہاری عقل کمزور ہو جائے گی۔ یہ سیدھی بات ہے کہ جو غلطی آنکھوں سے نظر آ رہی ہو اُسے برداشت

نہیں کیا جا سکتا۔ اُردو میں بھی ضرب المثل ہے کہ ''آنکھوں دیکھے مکھی نہیں کھائی جاتی'' جو غلطی صاف طور پر نظر آتی ہے اگر اسے کوئی شخص برداشت کر لیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی عقل اور سمجھ کمزور ہے۔ اور جس کی عقل اور سمجھ کمزور ہو وہ ہدایت کی بھی پروا نہیں کیا کرتا اور یہ نہایت خطرناک بات ہے۔ پس چھوٹی چھوٹی چیزوں کو یہ کہہ کر نہیں چھوڑ دینا چاہیئے کہ یہ چھوٹی ہیں بلکہ ہر کام میں نظام اور حُسنِ انتظام کا خیال رکھنا چاہیئے۔

اس کے بعد میں دوستوں کو دو ایسے الہاموں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو تین چار دن ہوئے مجھ پر نازل ہوئے ہیں۔ تین دن کی بات ہے مجھے الہام ہوا کہ اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ وہ ایک ایسا گروہ ہے جو تکلّف سے نیکی ظاہر کرتا ہے۔ یعنی وہ نیک تو نہیں لیکن وہ دعویٰ خیر اور دعویٰ تقویٰ کرتا ہے۔ یہ آیت قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے متعلق آتی ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو مخاطب کیا اور انہیں پیغام دینا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کا پیغام انہیں پہنچا کر ان کو باہر سے آنے والے لوگوں پر ظلم کرنے اور تجارت میں دھوکا بازی کرنے سے منع کیا۔ تو قرآن کریم میں آتا ہے انہوں نے حضرت لوطؑ سے حضرت لوطؑ کے ماننے والوں کے متعلق کہا اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ 3 یہ لوگ بڑے نیک بنتے ہیں۔ مطلب یہ کہ نیک نہیں مگر ہماری باتوں پر اعتراض کر کے اپنی بڑائی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں اس الہام کا ظاہر انطباق ہندوستان یونین کے اُن افسروں پر ہوتا ہے جو بڑے انصاف کا دعویٰ کرتے ہیں مگر صراحتاً جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ قادیان پر حملہ ہوا، سارے اکابر گرفتار کیے گئے، ہماری مقدس درس گاہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار تھیں اُن پر قبضہ کر لیا گیا مکانات لُوٹ لئے گئے جائیدادیں اپنے قبضہ میں لے لی گئیں اور ہندوؤں اور سکھوں کو ہمارے مکانات اور زمینوں پر بسا دیا گیا۔ اور احمدی ایک چھوٹی سی جگہ میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اِسی طرح دو سو سے زیادہ احمدی شہید کیے گئے۔ مگر ہندوستانی ریڈیو برابر یہ اعلان کرتا رہا کہ ہمارے ذمہ دار افسر قادیان گئے ہیں اور انہوں نے رپورٹ کی ہے کہ یہاں کوئی فساد نہیں۔ پچھلے دنوں قادیان سے دوستوں نے لکھا ہے کہ مِس سارا بائی جو گاندھی جی کی نمائندہ تھیں یہاں آئی تھیں۔ اور انہوں نے حالات کو دیکھ کر تسلیم کر لیا ہے کہ سرکاری رپورٹیں بالکل غلط ہیں اور احمدیوں کی باتیں

درست ہیں ۔ انہوں نے لکھا کہ یہ عورت بڑی شریف اور با انصاف معلوم ہوتی ہے مگر کل عزیز مرزا مظفر احمد نے سیالکوٹ سے اطلاع دی ہے کہ لیڈی مؤنٹ بیٹن یہاں تھیں اور ان کے ساتھ مِس سارا بائی بھی تھیں ۔ ان سے قادیان کے حالات دریافت کئے گئے تو انہوں نے کہا تم جانتے ہی ہو کہ احمدیوں کی رپورٹیں مبالغہ آمیز ہوتی ہیں ۔ پھر جنرل تھمایا وہاں گئے تو انہوں نے بھی احمدیوں کے سامنے کہہ دیا کہ آپ لوگ جو کچھ کہتے ہیں بالکل درست ہے ہمارے افسروں نے غلط رپورٹیں کر کے ہمیں شرمندہ کیا ہے ۔ مگر ہندوستانی ریڈیو پر جنرل تھمایا کی رپورٹ کی بناء پر یہ اعلان کیا گیا کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوا ۔ تو اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو منہ سے تو کہتی ہے کہ ہم سچ بولتے ہیں مگر ہے بڑی کذاب ۔ پس ایک تو اِس الہام کا یہ مفہوم ہے اور شاید ہمیں اس الہام کے ذریعہ اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ایسے افسروں کی باتوں پر تمہیں اعتبار نہیں کرنا چاہیئے ۔ لیکن اس الہام کا ایک یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ جماعت کے بعض دوست اپنے فرائض ادا نہیں کرتے ۔ وہ منہ سے کچھ کہتے ہیں اور کرتے کچھ ہیں ۔ وہ منہ سے تو کہتے ہیں ہماری جان دین کے لئے قربان ہے اور ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے مگر جب عمل کا وقت آتا ہے اور قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ کمزوری دکھاتے اور کئی قسم کے بہانے بنانے لگتے ہیں ۔

دوسرا الہام کل ہی ہوا جو تہجد سے کچھ دیر پہلے مجھ پر نازل ہوا ۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ . قادیان کے متعلق ہی میں دعا کر رہا تھا کہ یکدم یہ الہام میری زبان پر جاری ہوا اور پھر کافی دیر تک جاری رہا ۔ قرآن کریم میں یہ آیت تین دفعہ آئی ہے ۔ مگر تینوں جگہ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْم کے الفاظ آتے ہیں ۔ لیکن جو الفاظ مجھ پر الہاماً نازل ہوئے ان میں الْعَزِیْزُ الْعَلِیْم کی بجائے الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ کے الفاظ آتے ہیں ۔ یعنی ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ اس الہام کے الفاظ تو ظاہری ہی ہیں اور عبارت میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں ۔ مگر چونکہ آیت کا سیاق وسباق بھی ایک نئے معنی پیدا کر دیا کرتا ہے اس لئے میں نے قرآن کریم میں دیکھا کہ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ [4] کس سیاق وسباق میں آتا ہے ۔ اس کے دیکھنے سے مجھے ایک عجیب بات معلوم ہوئی جس کی طرف پہلے میرا ذہن نہیں گیا تھا ۔ اور وہ یہ ہے

کہ ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم قرآن کریم میں تین دفعہ آیا ہے۔سورہ انعام میں آیا ہے۔سورہ حٰمٓ سجدہ میں آیا ہے اور سورہ یٰسین میں آیا ہے۔ جب مَیں نے ان تینوں جگہوں کو ایک وقت میں دیکھا تو مجھے یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ تینوں جگہ اس آیت سے پہلے نظامِ عالَم کا ذکر آتا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قانون کبھی بدلا نہیں کرتا۔ یہ تو خیر ایک نیا مضمون ہے جسے کبھی ان آیتوں کی تفسیر کرتے وقت انشاء اللہ بیان کر دیا جائے گا۔سرِ دست مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پہلے میرا ذہن چونکہ اس آیت کے سیاق وسباق کی طرف نہیں گیا تھا اس لئے انفرادی طور پر اس آیت کے جو معنی ذہن میں آ سکتے تھے وہی آتے تھے۔مگر اب چونکہ مجھے تینوں مقامات ایک ہی وقت میں دیکھنے پڑے اس لئے اس آیت کے ایک نئے معنی سامنے آ گئے جو زنجیر کی کڑیوں کی طرح سیاق وسباق کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہوتا تھا اور تینوں مقامات میں ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ سے پہلے جو ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے اور اس مضمون کے بعد یہ آیت نازل کی گئی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ درحقیقت یہ قرآن کریم کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔قرآن کریم کے متعلق لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں ترتیب نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کی ترتیب اتنی واضح ہے کہ بعض دفعہ دو دو، چار چار سال کے وقفہ کے بعد آیات نازل ہوئی ہیں مگر جب بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ سیاق وسباق کے لحاظ سے اُس کا پہلی نازل شدہ آیات کے ساتھ نہایت گہرا ربط تھا۔ایک ترتیب تو اِس رنگ کی ہوتی ہے کہ مثلاً یہ مضمون بیان کیا جائے کہ موسیٰؑ بھاگ کر فلسطین کی طرف آ گئے۔ یہ مضمون جب بھی بیان کیا جائے گا ہر شخص کہے گا کہ اس سے پہلے ضرور فرعون کا ذکر ہوگا۔ یہ واقعاتی ترتیب ہوتی ہے جس میں کوئی خاص کمال نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کا کمال اِس بات میں ہے کہ بعض دفعہ وہ عام الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ایسے الفاظ جن کے لاکھوں معنی لئے جا سکتے ہیں مگر پھر وہ الفاظ جن آیات میں آتے ہیں وہ سیاق وسباق سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک خاص مضمون کی طرف اشارے کر رہے ہوتے ہیں۔ عام معنی اُس جگہ مراد نہیں ہوتے۔ مثلاً ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر زمین کے متعلق بھی ہوسکتی ہے، آسمان کے متعلق بھی ہوسکتی ہے،.... ☆ تجارت کے اچھا ہونے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔

☆ اصل مسودہ میں لفظ واضح نہیں (مرتب)

اس کی تجارت کے بگڑ جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے بیٹے کے اچھا ہو جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے بیٹے کے مر جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی شادی ہو جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی شادی رُک جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی بیوی کے مر جانے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے اور اس کے لمبی دیر تک زندہ رہنے کے متعلق بھی ہوسکتی ہے۔

غرض دنیا کے اربوں ارب افعال میں سے ہر فعل کے متعلق تقدیر ہوسکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں مقامات میں جہاں بھی تقدیر کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی نظامِ عالَم کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ہمارا ایک خاص قانون دنیا میں جاری ہے۔ اس قانون کا ذکر کرنے کے بعد **ذَالِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ** کے الفاظ استعمال کرنا بتاتا ہے کہ گو یہاں عام الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر اس کے معنی عام نہیں بلکہ اس جگہ وہی معنی مراد ہیں جو سیاق وسباق کو ملحوظ رکھنے کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص ترتیبِ مضامین میں ان الفاظ کا بیان کرنا اور متعدد مقامات پر ایک ہی مضمون کے بعد ان الفاظ کا ذکر کرنا بتاتا ہے کہ قرآن کریم کے نازل کرنے والے خدا نے ہر لفظ کمال حکمت کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور جس مقام پر بھی کوئی آیت رکھی گئی ہے وہ مقام اپنے مضامین کی ترتیب کے لحاظ سے اُسی آیت کا متقاضی تھا۔ اگر اس آیت کو الگ کر دیا جائے تو تمام ترتیب بگڑ جائے اور قرآنی حُسن جاتا رہے۔ قرآن کریم کا کمال یہ ہے کہ باوجود اِس کے کہ کوئی آیت پہلے سال نازل ہوئی، کوئی دوسرے سال نازل ہوئی، کوئی تیسرے سال نازل ہوئی، کوئی چوتھے سال نازل ہوئی۔ پھر بھی ان آیات کو جب اکٹھا دیکھا جاتا ہے تو ہر آیت کا پہلی آیات کے ساتھ اور ہر سورۃ کا پہلی سورتوں کے ساتھ ایک گہرا ربط اور تعلق معلوم ہوتا ہے۔ یہ مقدرت یقیناً کسی انسان کو حاصل نہیں اور نہ کوئی انسان اپنی قوتِ حافظہ کی مدد سے ایسا کرسکتا ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں وہ لوگ جن کو سارا قرآن کریم حفظ ہوتا ہے اور جو دن رات قرآن کریم پڑھتے رہتے ہیں اُن کی بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے حافظ صاحب! ذرا فلاں آیت تو پڑھ کر سنائیں تو وہ ایک دو رکوع پہلے سے تلاوت شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ یہ کیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ مَیں شروع سے پڑھتا ہوں درمیان میں وہ آیت بھی آ جائیگی۔ یوں اکیلے کسی آیت کا پڑھنا مشکل ہے۔ حالانکہ اُن کی ساری عمر قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں

گزری ہوتی ہے۔ یہ تو آیات کا حال ہے۔ اگر آیات کا مضمون ان سے دریافت کیا جائے تو بہت ہی کم حفاظ بتانے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور اگر بتا دیں تو پھر انہیں یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ آیات کن مضامین کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

حافظ روشن علی صاحب مرحوم جب تک زندہ رہے۔ میرا طریق یہ تھا کہ جب بھی تقریر کے لئے نوٹ تیار کرتا حافظ صاحب کو پاس بٹھا لیتا اور کہتا کہ حافظ صاحب! فلاں فلاں مضامین کی آیات بتاتے جائیں مَیں نوٹ کرتا جاؤں گا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ لاہور میں ہی میری تقریر تھی۔ میں قریباً دو گھنٹہ تک اُن سے متعدد امور کے متعلق آیات دریافت کرتا رہا۔ جب پوچھ چکا تو 15، 20 آیتیں انہوں نے لکھوا دیں۔ تو حافظ صاحب کہنے لگے آپ نے مجھ سے اتنا کام لیا ہے اب یہ تو بتائیں کہ آپ کا مضمون کیا ہے اور ان آیات سے آپ کیا ثابت کریں گے۔ مَیں نے کہا یہ مَیں وہاں تقریر میں چل کر بتاؤں گا پہلے نہیں۔ تو باوجود آیتیں پوچھنے کے پھر بھی انسان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ ان آیات سے کیا استدلال کیا جائے گا یا کس غرض کے لئے انہیں استعمال کیا جائے گا۔ جیسے مَیں نے ساری آیتیں حافظ صاحب سے پوچھیں۔ مگر حافظ صاحب نے بعد میں کہہ دیا کہ مجھے تو کچھ بھی پتہ نہیں لگا کہ آپ نے کیا مضمون بیان کرنا ہے۔ حالانکہ انہیں قرآن کریم حفظ تھا اور رات دن حفظِ قرآن ہی ان کا کام تھا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی بے شک قرآن کریم حفظ تھا مگر یہ علم کہ فلاں آیت کا ٹکڑا فلاں مقام پر رکھا جائے اور فلاں ٹکڑا فلاں مقام پر۔ یہ علم انسانی طاقت سے بالا ہے۔ اور یقیناً عالم الغیب ہستی ہی ایسا کر سکتی تھی اور اسی نے قرآن کریم کو یہ ترتیب بخشی ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن کریم تیس پاروں میں پھیلا ہوا ہے اور باوجود اس کے کہ قرآنی آیات مختلف وقتوں میں نازل ہوئیں پھر بھی ایک خاص ترتیب تمام آیات اور تمام سورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اور جب کوئی خاص مضمون ایک جگہ بیان کرنے کے بعد کسی آیت کا ذکر کیا گیا ہے تو دوسری جگہ پر اگر پھر وہی مضمون بیان کرنا پڑا ہے تو اُسی آیت کو دُہرا دیا گیا ہے۔ جیسے یہ آیت **ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ** ۔ یہ ایک خاص مضمون کے بعد ہر مقام پر بیان ہوئی ہے۔ ایک مقام پر خدا تعالیٰ کا قانون جو نظامِ عالَم کے متعلق ہے اس کا ذکر کرنے اور سورج اور چاند کا ایک خاص حساب

کے ماتحت چلنے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۔ دوسری جگہ پھر سورج کے ایک خاص مقصد کے لئے چلنے کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر فرمایا گیا ہے ۔ ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۔ تیسری جگہ بھی یہ ذکر ہے کہ آسمان پر ہم نے چاند ستارے خاص خاص کاموں کے لئے بنائے ہیں اور پھر فرمایا ہے ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۔ گویا آسمانی قانون کے ایک خاص نہج پر جاری ہونے اور ایک خاص طریق پر رونما ہونے اور غیر متغیر طور پر نافذ العمل ہونے کا ذکر کر کے اس آیت کو دُہرایا گیا ہے۔ اس سے مَیں نے سمجھا کہ اس جگہ تقدیر سے وہ تقدیر مراد ہے جو اٹل قانون کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے اٹل قانون جو دنیا کی پیدائش اور زمین و آسمان کے خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب دنیا کی پیدائش کے اٹل قانونوں میں سے یا یوں کہو کہ انسانی پیدائش اور اس کی روحانی ترقی کے ساتھ تعلق رکھنے والے قانونوں میں سے ایک قانون یہ ہے جس کا قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ 5۔ یقیناً خدا تعالیٰ کی جماعتیں ہی غالب آیا کرتی ہیں۔ اِسی طرح اُس کا ایک یہ بھی قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبیوں کی مخالفت کرنے والے چاہے عارضی طور پر کامیاب ہی کیوں نہ ہوں آخر تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ چونکہ میں اُس وقت جماعت کے فتنوں اور قادیان کے متعلق دعا کر رہا تھا مَیں نے یہ الہام اُسی کے متعلق سمجھا۔ لیکن چونکہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ اچھی بھی اور بُری بھی اس لئے ضروری تھا کہ الہام میں ایسے الفاظ ہوتے جن سے پتہ چلتا کہ وہ تقدیر جس کا الہام الٰہی میں ذکر کیا گیا ہے اچھی ہوگی یا بُری۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ کہہ کر بتا دیا کہ یہ تقدیر جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں رحمت والی ہے۔ خواہ بظاہر یہ تقدیر تمہیں کتنی ہی خلاف نظر آئے، تمہارے دلوں کو خواہ کتنی ہی تکلیف پہنچے، تمہارے دل خواہ تھرتھرا جائیں، متزلزل ہو جائیں اور گھبرا جائیں پھر بھی یاد رکھو جو کچھ ہوا ہے ایک ایسے قانون کے مطابق ہوا ہے جو کبھی ٹلا نہیں کرتا۔ اس لئے میں تمہارے احساسات کی پروا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر میں تمہارے احساسات کی پروا کرتا تو میرا قانون ٹوٹ جاتا۔ جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ میرا قانون بھی جاری ہو جائے اور تمہارے لئے بھی رحمت کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ مَیں نے ایسا کر دیا ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ. یہ ایک

اٹل قانون تھا اور اس کا جاری ہونا ضروری تھا۔

یہ اٹل قانون یہی ہے کہ انبیاء کی جماعتیں بغیر عظیم الشان ابتلاؤں کے ترقی نہیں کیا کرتیں۔ آج تک کوئی ایک نبی بھی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس کی جماعت نے ہجرت نہ کی ہو۔ جسے ماریں نہ پڑیں ہوں۔ جسے قتل نہ کیا گیا ہو۔ جسے صلیبوں پر نہ لٹکایا گیا ہو۔ اور جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول کے مطابق بعض دفعہ آروں سے نہ چیرا گیا ہو۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کے پاؤں رسیوں کے ساتھ اونٹوں سے باندھ دیئے جاتے۔ اور پھر ان اونٹوں کو مخالف اطراف میں دوڑا کر اُن کو چِیر دیا جاتا۔ اِسی طرح عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر اُن کو مارا جاتا۔ مال واسباب اور جائیدادوں کا نقصان لو۔ تو یہ بھی انہیں پہنچا۔ ان کے مال لُوٹے گئے، ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرلیا گیا اور ان کا اسباب ان سے چھین لیا گیا۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس گھر میں ٹھہریں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ مَیں کس گھر میں ٹھہروں گا۔ کیا میرے عزیزوں نے میرے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟6 تو دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی گھر بھی نہ رہا اور خدائی تقدیر پوری ہوئی۔ اِسی طرح ہم پر خدا تعالیٰ کی ایک اٹل تقدیر جاری ہوئی ہے۔

لوگ سمجھتے تھے کہ محض چندے دے کر وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں گے۔ حالانکہ چندوں کا جو کچھ حال ہے وہ مَیں ابھی بیان کروں گا۔ پھر بھی وہ سمجھتے تھے کہ چند روپے دے کر وہ متقی اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو جائیں گے انہیں کوئی مزید قربانی نہیں کرنی پڑے گی۔ وہ اس سلسلہ کو سلسلہ الٰہیہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے ایک ایسوسی ایشن سمجھتے تھے۔ ویسی ہی ایسوسی ایشن جیسے ریڈ کراس وغیرہ۔ حالانکہ نبیوں کی جماعتیں کبھی پِسے جانے، مٹائے جانے اور ہر قسم کے دکھ اور عذاب دیئے جانے کے بغیر پنپ نہیں سکتیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں میں جو کیریکٹر اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ بغیر مار کے، ان کا بُھرکس نکال دینے کے اور کسی طرح پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اِس وقت ہی دیکھ لو۔ جماعت پر کتنا بڑا ابتلاء آیا ہے۔ مگر پھر بھی یہ حالت ہے کہ بعض لوگ یہاں آ کر چوریاں کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں اِتنا خیال نہیں آتا کہ وہ

گھروں سے نکالے گئے، جائیدادوں سے بے دخل کئے گئے مال واملاک چھین لئے گئے، کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کی لڑکی اور کسی کے اَور رشتہ دار مارے گئے۔ بعض لڑکیوں کو سکھ اغوا کر کے لے گئے اور وہ اب سکھوں کے گھروں میں بیٹھی بدکاری کروا رہی ہیں۔ مگر اس عظیم الشان ابتلاء کے باوجود دلوں میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ اور بعض لوگ یہاں آ کر کسی کا سائیکل چُرا لیتے ہیں اور کسی کی کوئی اَور چیز اٹھا لیتے ہیں۔ اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تمہیں ابھی کتنی اَور لاٹھیاں کھانے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان کے اندر ذرا بھی تقویٰ اور ایمان ہو اور وہ پہلے ان گناہوں میں مبتلا رہ چکا ہو تب بھی ان حالات کو سن کر ہی اس کا دل ڈر جاتا ہے۔ کُجا یہ کہ وہ تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اصلاح کا خیال نہ کرے اور گناہوں کی طرف قدم بڑھاتا رہے۔ پھر ابھی ایسے گندے لوگ بھی ہماری جماعت میں موجود ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہندو اور سکھ کا مال ہے اسے چُرانا یا اپنے استعمال میں لانا کوئی حرج کی بات نہیں۔ انہیں ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ جب ہم اپنے مال کے متعلق یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص اُسے چُرا کر لے جائے۔ بلکہ جب کوئی شخص ہمارا مال چُرا لیتا یا لُوٹ لیتا ہے تو ہم اسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ تو اگر ہم خود دوسرے کا مال لُوٹنے لگیں گے تو یہ کون سی شرافت ہوگی۔ اِس وقت ہم جس کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ ہندوؤں کی ہے اور ہمیں عارضی طور پر رہائش کے لئے ملی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نیک بخت کے گھر کی حفاظت کریں جس کے مکان میں ہمیں سر چھپانے کو جگہ ملی ہے۔ اور اس کی چیزوں کی حفاظت کریں۔ نہ یہ کہ اسے ضائع کرنے لگ جائیں۔ مگر بعض احمدیوں کے متعلق رپورٹ ملی ہے کہ وہ ایک ہندو کے مکان میں ٹھہرے تو اس کا مال اٹھا کر لے گئے۔ محض اس لئے کہ وہ ایک ہندو کا مال ہے۔ اگر ہندو کا مال اٹھانا تمہارے لئے جائز ہے تو مسلمان کا مال اٹھانا ہندو کے لئے کیوں جائز نہیں۔ آخر تمہارا مذہب اَور ہے اور اس کا مذہب اَور ہے۔ اگر تم اختلافِ مذہب کی وجہ سے دوسرے کا مال اٹھانا جائز سمجھتے ہو تو اِسی اختلافِ مذہب کی وجہ سے وہ تمہارا مال کیوں نہیں اٹھا سکتا۔ تمہیں اس کے مال اٹھانے پر بھی کوئی شکوہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر جب وہ تمہارا مال اٹھاتا ہے تو تم اعتراض کرتے ہو۔ اور جب تم خود اُس کا مال اٹھاتے ہو تو تمہیں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ دنیا میں وہ قانون جاری کرنا جس سے

فساد کبھی مٹ نہیں سکتا کیا یہ کسی شریف انسان کا کام ہوسکتا ہے؟ اگر معمولی سے معمولی شرافت بھی کسی انسان کے اندر پائی جاتی ہوتو وہ ایسے افعال کے ارتکاب سے بچتا ہے جو فتنہ وفساد کو ہوا دینے والے ہوں۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں ایسے کمزور لوگ ابھی موجود ہیں جو اس مصیبت کے زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کی خشیت سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ چاہیئے تھا رات کو روتے روتے تمہاری آنکھیں سوج جاتیں، سجدے کرتے کرتے تمہارے ماتھے گھس جاتے اور دعائیں کرتے کرتے تمہاری زبانیں خشک ہو جاتیں۔ مگر تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اس مصیبت میں بھی ہندو کا مال اٹھا لیتے ہو۔ اور جب ایک ہندو کا مال اٹھاتے ہوتو ساتھ ہی کسی احمدی کا بھی اٹھا لیتے ہو۔ اس خیال سے کہ احمدی کا مال برکت والا ہے۔ شاید ہندو کے مال کے ساتھ مل کر وہ اسے پاک کر دے گا۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو تم خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث کس طرح ہو سکتے ہو۔ اور چوری کی عادت اختیار کرتے ہوئے یہ امید کس طرح کر سکتے ہو کہ تمہیں خدا تعالیٰ اپنا مقرب بنالے گا۔ جب کوئی شخص چور بنتا ہے تو پھر وہ چوری سے رُک نہیں سکتا۔ جو شخص چور ہے اس نے اگر آج ایک ہندو کا مال چُرایا ہے تو کل وہ اپنے باپ کا مال چُرائے گا۔ پرسوں وہ اپنی ماں کا مال چُرائے گا۔ اترسوں وہ اپنے دوسرے رشتہ داروں کے ہاں ڈاکہ ڈالے گا۔ کیونکہ اسے چوری کی عادت ہوگی اور یہ عادت اسے مجبور کرے گی کہ کسی نہ کسی کے ہاں ضرور چوری کرے۔

مثل مشہور ہے کہ دو چار دن کسی چور کو چوری کا موقع نہ ملے تو وہ اپنی عادت پوری کرنے کے لئے ایک جیب سے چیزیں نکال کر دوسری جیب میں ڈالنی شروع کر دیتا ہے۔ پس یہ ایک خطرناک عیب ہے جو ہماری جماعت کے افراد کو جلد سے جلد دور کرنا چاہیئے۔ اِسی طرح زمینداروں کے متعلق جنہیں مختلف جگہوں میں بسانے کے لئے بھجوایا جاتا ہے یہ شکایت موصول ہورہی ہے کہ وہ پہلے ایک گاؤں میں جاتے اور وہاں سے غلہ، برتن اور کپڑے وغیرہ اکٹھے کرتے ہیں۔ اور پھر راتوں رات غائب ہو کر کسی دوسرے گاؤں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں سے برتن، کپڑے اور غلہ وغیرہ اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور عذر یہ کرتے ہیں کہ فلاں گاؤں کی زمین اچھی نہیں اس لئے ہم وہاں نہیں رہے۔ گویا لوگوں نے تو اُن پر رحم کھا کر انہیں غلہ، کپڑے اور برتن وغیرہ دیئے۔ اور انہوں نے یہ طریق اختیار کر لیا کہ پہلے ایک جگہ سے برتن اور کپڑے

وغیرہ لئے پھر دوسری جگہ گئے اور وہاں سے لئے۔ اس کے بعد تیسری جگہ چل دیئے اور وہاں سے برتن، کپڑے اور غلہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ گویا ظاہر تو وہ یہ کرتے ہیں کہ ہمیں جگہ پسند نہیں اور اصل میں برتن اور غلہ جمع کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے شکایات موصول ہوئی ہیں کہ ایسا بعض جگہ احمدیوں نے بھی کیا۔ یہ حالت نہایت ہی افسوسناک ہے اور بتاتی ہے کہ ہماری جماعت کے بعض افراد نے اپنے قلوب میں ذرا بھی تغیر پیدا نہیں کیا۔ حالانکہ جس شخص کا سارا مال چلا گیا ہو اُس کے دل سے تو دنیا کی حرص بالکل مٹ جانی چاہیئے اور اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا ہے۔ میرا کسی چیز پر حق نہیں۔ اور اس کے اندر عزتِ نفس اور خود داری کا احساس پیدا ہونا چاہیئے۔ یہ احساس اگر تمہارے دلوں میں پیدا ہو چکا ہوتا تو مَیں سمجھتا کہ موجودہ فتنہ سے تم نے فائدہ اٹھایا ہے لیکن جب ابھی تمہارے دلوں میں کوئی احساس ہی پیدا نہیں ہوا تو تم آئندہ ابتلاؤں سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہو۔

یہ امر یاد رکھو کہ جب تک یہ باتیں دور نہیں ہونگی تم خدا تعالیٰ کی سچی جماعت میں شمار نہیں ہو سکو گے۔ جب خدا تعالیٰ نے دنیا میں اپنی ایک جماعت بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور تم اس دعویٰ کے ساتھ آگے آئے ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کی جماعت بن کر دکھائیں گے تو لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں اپنی حقیقی جماعت بنانے کے لئے اسی طرح رگڑے گا اور بار بار رگڑے گا جس طرح نگینہ ساز پتھر کو انگوٹھی میں لگانے کے لئے بار بار گھِستا اور رگڑتا ہے۔ جب کوئی پتھر انگوٹھی کا نگینہ بننے کے لئے لایا جاتا ہے تو ہر شخص جانتا ہے کہ ماہرِ فن اسے رگڑتا اور بار بار رگڑتا ہے۔ وہ اسے گھستا اور بار بار گھستا ہے۔ اور اس کا رگڑنا اور گھِسنا اُس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک پتھر انگوٹھی کے مطابق نہیں بن جاتا۔ اگر کوئی شخص اس پتھر کو دیکھ کر کہے کہ اسے رگڑا کیوں جاتا ہے تو یہ اسکی حماقت اور نادانی ہوگی۔ جب وہ پتھر اِسی غرض کے لئے لایا گیا ہے کہ وہ انگوٹھی کا نگینہ بنے تو یہ کہنا کہ اسے رگڑا کیوں جاتا ہے حماقت ہے۔ وہ ضرور رگڑا جائے گا اور اس لئے رگڑا جائے گا کہ وہ انگوٹھی میں فٹ آ سکے۔ اسی طرح تم نے اپنے آپ کو احمدیت کی انگوٹھی کا نگینہ بننے کے لئے پیش کیا ہے۔ اگر تم خود انگوٹھی کے مطابق ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں رگڑنا بند کر دے گا بلکہ اس ابتلاء کے بعد ہی تم اپنی درستی کر لیتے تو خدا تعالیٰ تمہیں مزید رگڑنا بند کر دیتا۔ لیکن جبکہ ابھی تک تم

نے اپنی اصلاح نہیں کی تو خدا تعالیٰ تم کو رگڑ نا کیوں بند کرے۔ جو پتھر کسی انگوٹھی کے نگینہ کے لئے لایا جاتا ہے وہ اُس وقت تک برابر رگڑا جاتا ہے جب تک وہ انگوٹھی کے مطابق شکل اختیار نہیں کر لیتا۔ اور جب وہ اس کے مطابق شکل اختیار کر لیتا ہے تو صنّاع اسے رگڑنا فوراً بند کر دیتا ہے۔ کیونکہ جس طرح کوئی نگینہ ساز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ پتھر بڑا ہوا اور نگینہ کے قابل نہ ہو۔ اسی طرح کوئی نگینہ ساز یہ امر بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ پتھر گھستے گھستے بالکل چھوٹا ہو جائے۔ وہ بے شک رگڑتا ہے مگر اُسی وقت تک جب تک وہ انگوٹھی کے قابل نہیں بنتا۔ جب وہ اس کے مطابق ہیئت اختیار کر لیتا ہے تو اس کا رگڑنا بھی بند کر دیا جاتا ہے۔ بہرحال جب تک پتھر انگوٹھی کے مطابق نہیں بنتا نگینہ ساز اُسے ضرور رگڑتا ہے۔ اور وہ رگڑنا ضرورت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسے یہ بھی ڈر ہوتا ہے کہ اگر مَیں نے اسے زیادہ رگڑا تو نگینہ ڈھیلا ہو جائے گا۔ اور جس مقصد کے لئے اسے رگڑا جاتا ہے وہ پورا نہ ہوگا۔ ماہرِ فن ہمیشہ اتنا ہی رگڑتا ہے جتنا اُسے فٹ کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء محض اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کے قلوب کی اصلاح ہو جائے۔ اگر وہ ابتلاؤں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیئت اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ نہیں رگڑتا۔ کیونکہ پھر اَور رگڑنا بیوقوفی ہو جاتی ہے۔ اور جس پتھر کو زیادہ گِھسا جاتا ہے وہ انگوٹھی میں فٹ نہیں آتا بلکہ ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ پس ان ابتلاؤں سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے قلوب کی اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ** ۔ اگر تم ان ابتلاؤں سے فائدہ اٹھاؤ گے تو یاد رکھو گو ہم نے تم پر ایک ابتلا نازل کیا ہے۔ لیکن ہمارا منشاء یہ ہے کہ ہم اس کے بعد تم پر اپنی رحمت نازل کریں۔ کیونکہ ہم نے تم کو مارنے کے لئے یہ ابتلاء نازل نہیں کیا، ہم نے تم کو تباہ کرنے کے لئے یہ ابتلا نازل نہیں کیا، ہم نے تم کو دکھ دینے کے لئے یہ ابتلاء نازل نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے محض اس لئے یہ ابتلاء نازل کیا ہے کہ ہمارے قانونِ قدرت میں یہ بات موجود تھی کہ تم پر ابتلاء نازل کریں۔ صرف اس کے ساتھ ہم نے اپنی رحمت کو ملا دیا ہے۔ گویا قانونِ قدرت بھی ہم نے پورا کر دیا اور تمہارے ساتھ اپنی رحمت کا سلوک بھی کر دیا۔ اور اِس طرح دونوں کو مخلوط کر دیا۔ ایک طرف ہم نے اپنا قانون پورا کر دیا ہے اور دوسری طرف ہم نے تمہاری ترقی کی ایسی بنیادیں رکھ دی ہیں کہ اگر تم خواہ مخواہ ہماری مخالفت نہ

کرو تو اس ابتلاء کو ہم تمہارے لئے ابتلاءِ رحمت بنا دیں گے اور تمہاری ترقی کے سامان پیدا کر دیں گے۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر ایک نیک اور اعلیٰ درجہ کی تبدیلی پیدا کرے۔

مَیں نے ابھی کہا تھا کہ میں بتاؤں گا کہ جماعت کی مالی قربانی بھی اتنی نہیں۔ بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جسے قربانی کہا جا سکے۔ یہ کتنے نازک دن ہیں اور کتنی مشکلات ہمارے سلسلہ پر آئی ہوئی ہیں۔ لنگر کا خرچ پہلے پانچ چھ سو روپے ماہوار ہوا کرتا تھا مگر اب بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیان میں جو لوگ حفاظت کے لئے بیٹھے ہیں وہ کوئی ایسا کام نہیں کر رہے جو آمد پیدا کرنے والا ہو۔ ایک دکاندار وہاں حفاظتِ مرکز کے لئے بیٹھا ہے مگر اُس کی دکان کوئی نہیں۔ اسی طرح زمیندار وہاں حفاظتِ مرکز کے لئے بیٹھا ہے مگر اُس کی زمین کوئی نہیں۔ وہاں اِس وقت ہمارا دو ہزار آدمی لنگر سے کھانا کھا رہا ہے۔ تم خود ہی سمجھ لو کہ اگر بہت ہی کفایت سے خرچ کیا جائے تب بھی پندرہ بیس ہزار روپیہ ماہوار آجکل قادیان کے لنگر کا خرچ ہو رہا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ خرچ صرف پانچ سو تھا۔ گویا چودہ یا ساڑھے چودہ ہزار روپیہ ماہوار زیادہ خرچ ہو رہا ہے۔ یہاں بھی اوسطاً بیس پچیس روپیہ ماہوار کا خرچ ہے۔ کیونکہ باہر سے لوگ کثرت سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ چونتیس پینتیس ہزار روپیہ ماہوار خرچ ایسا ہے جس میں سے ایک پیسہ بھی پہلے خرچ نہیں ہوا کرتا تھا۔ گویا سال بھر کے لئے پانچ لاکھ روپیہ ہمیں محض اس ایک مد کے لئے چاہیئے۔ یہ حالات ایسے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے جماعتوں کو چاہیئے تھا کہ فوراً جیسے میں نے تحریک کی تھی پچاس فیصدی چندہ دینا شروع کر دیتیں اور سال بھر یا چھ ماہ کے لئے یہ بوجھ اُٹھاتیں۔ اور اگر وہ پچاس فیصدی دینے کی توفیق نہیں رکھتی تھیں تو چالیس فیصدی چندہ دے دیتیں۔ چالیس فیصدی دینے کی توفیق نہیں رکھتی تھیں تو تینتیس فیصدی دے دیتیں۔ تینتیس فیصدی دینے کی توفیق نہیں رکھتی تھیں تو پچیس فیصدی دے دیتیں۔ پچیس فیصدی دینے کی توفیق نہیں رکھتی تھیں تو بیس فیصدی دے دیتیں۔ بیس فیصدی دینے کی توفیق نہیں رکھتی تھیں تو پندرہ فیصدی دے دیتیں۔ غرض کوئی تغیر تو اپنے چندوں میں کرتیں مگر انہوں نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا۔

میرے سامنے پھر لاہور کی مثال آ جاتی ہے۔ کل لاہور کی جماعت سے چندہ کی فہرست مَیں نے منگوائی تو معلوم ہوا کہ بجٹ کے رو سے لاہور کی جماعت کا چندہ تین ہزار آٹھ سو روپیہ ماہوار

ہونا چاہیئے ۔ میں نے لاہور کی جماعت کے چندہ کا حساب لگایا ہے اور پرسوں جب آپ لوگ مجھے ملیں گے تو مَیں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ لوگوں کا کتنا چندہ ہونا چاہیئے ۔ آپ لوگوں میں سے جو کمانے والے افراد ہیں اُن کی تعداد یہاں چھ سَو سے اوپر ہے ۔ اٹھارہ سے پچپن سال تک کی عمر کے لوگ آپ میں 560 ہیں ۔ اور اگر اُن لوگوں کو بھی شامل کر لیا جائے جو پچپن سال سے اوپر کے ہیں تو یہ تعداد 600 سے بھی بڑھ جاتی ہے ۔ ان سارے افراد کی مکمل لسٹ میرے پاس آنی چاہیئے اور ساتھ ہی ہر شخص کی ماہوار آمدن درج ہونی چاہیئے ۔ لاہور میں چپڑاسی کی تنخواہ بھی چالیس روپیہ سے کم نہیں ۔ اور لاہور کے بہت سے افراد ایسے ہیں جن کی ماہوار آمدنیں ایک ہزار یا ایک ہزار سے بھی زائد ہیں ۔ اور ایسے لوگوں کی بھی کافی تعداد ہے جن کی پانچ سو روپیہ ماہوار آمد ہے ۔ اگر چالیس روپیہ تنخواہ لینے والوں کو اور اسی طرح زیادہ تنخواہ لینے والوں کو ملا کر ایک سو روپیہ اوسط رکھی جائے تب بھی لاہور کی جماعت کی کم سے کم آمد ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار ہے ۔ تحریک جدید، حفاظتِ مرکز اور مرکزِ پاکستان کے متعلق چندوں کی جو تحریکات ہیں ۔ اگر ان میں جماعت لاہور کا پانچ ہزار روپیہ ماہوار سمجھ لیا جائے اور دس فیصدی کے لحاظ سے وہ چھ ہزار روپیہ چندہ عام دیں تب بھی گیارہ ہزار روپیہ ماہوار اُن کی طرف سے آنا چاہیئے ۔ گویا اگر وہ کوئی خاص تغیر اپنے اندر پیدا نہ کریں صرف دس فیصدی چندہ دیں اور اس طرح تحریک جدید وغیرہ کے چندے ادا کریں تو گیارہ ہزار روپیہ ماہوار ان کا چندہ ہونا چاہیئے ۔ لیکن آپ لوگ حیران ہوں گے اور لاہور والے شاید خود اس پر تعجب کریں ۔ مگر یہ ہے بالکل درست کہ آپ لوگوں کا اپنا لکھوایا ہوا ماہوار چندہ 3800 روپیہ ہے ۔ آپ کی اقلّ ترین قربانی تحریک جدید، حفاظتِ مرکز، اور مرکزِ پاکستان کے چندوں کو ملا کر اور پھر دس فیصدی کے حساب سے ہنگامی چندہ لگا کر گیارہ ہزار روپیہ ماہوار بنتی ہے ۔ لیکن آپ لوگوں نے اس مصیبت اور آفت کے زمانہ میں جبکہ سلسلہ پر مالی لحاظ سے سخت تکلیف کا وقت آیا ہوا ہے اس مہینہ میں صرف بائیس سو روپیہ چندہ دیا ہے ۔ حالانکہ لاہور کی جماعت کے کئی افراد ایسے ہیں کہ اگر وہ پچاس فیصدی کے لحاظ سے چندہ ادا کریں تو پانچ سو سے زیادہ اُن میں سے ایک ایک شخص چندہ دے سکتا ہے ۔ مگر چھ سو کی جماعت نے کُل چندہ بائیس سو روپیہ دیا ہے ۔ اور یہ صرف چھ سو کمانے والے افراد ہیں ۔ اگر عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں سب کو

شامل کرلیا جائے تو فی کس جماعت لاہور نے صرف تین آنے چندہ دیا ہے۔ اور پھر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا چندہ دے کر آپ لوگوں نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماردی ہے۔ اور اگر عورتوں اور بچوں کو نکال کر صرف کمانے والے افراد رکھے جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے بارہ آنے فی کس چندہ دیا ہے۔ گویا آپ لوگوں کے کمانے والوں کی اوسط آمدن بارہ روپیہ ماہوار ہے اور اسی بارہ روپیہ میں آپ لوگ اپنے پانچ پانچ سات سات افراد کو کھلاتے پلاتے ہیں، مکان کا کرایہ وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں تو یہاں کلرکوں کی ضرورت تھی۔ اگر بارہ روپے ماہوار پر یہاں لوگ کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو ہم تو بڑی آسانی کے ساتھ دس بارہ کلرک رکھ لیتے ہیں۔ پھر اِس وقت جب ابھی جماعت پر مصائب اور ابتلاء نہیں آئے تو آپ لوگوں کا اپنا جو اقرار تھا اُس کے لحاظ سے مئی سے اب تک جماعت لاہور کے چندوں میں دس ہزار کی کمی ہے اور اس میں ابھی تحریک جدید شامل نہیں، حفاظتِ مرکز شامل نہیں، مرکزِ پاکستان کا چندہ شامل نہیں۔ اگر اُن کو بھی شامل کرلیا جائے تو بیس ہزار روپے کی کمی ہے جو گزشتہ چھ ماہ میں واقع ہوئی ہے۔ اگر ایک مرکزی جماعت، ایک شہری جماعت جس کا ہر فرد تعلیم یافتہ ہے اور جہاں کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کو سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور جہاں کا ہر شخص لیگ وغیرہ کے نعرے سنتا اور اُن کا جوش و خروش دیکھتا رہتا ہے۔ اُس جماعت کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا 1/100 حصہ ادا کرتے ہیں تو دوسروں کا کیا حال ہو سکتا ہے۔

مجھے گزشتہ دنوں یہاں کے امیر صاحب نے کہا کہ آپ یہ تو دیکھیں کہ جماعت لاہور کے پچاسی فیصدی لوگ ملازم ہیں۔ اگر یہ پچاسی فیصدی لوگ ملازمت چھوڑ کر حفاظتِ مرکز کے لئے چلے جائیں تو چندے بند ہو جائیں اور سلسلہ پر مالی لحاظ سے سخت بوجھ پڑ جائے۔ لیکن جب مالی قربانی دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ جماعت لاہور اپنی ذمہ داری کا صرف 1/50 حصہ ادا کر رہی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہاں کی ساری جماعت حفاظتِ مرکز کے لئے چلی جاتی اور صرف چار آدمی صحیح طور پر چندہ دینے والے ہوتے تو جماعت لاہور کے موجودہ چندہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ مثلاً اگر صرف چار شخص یہاں رہ جاتے جن کی بارہ تیرہ سو روپیہ آمد ہوتی اور وہ اخلاص سے پچاس فیصدی چندہ دیتے تو بائیس سو روپیہ صرف چار آدمی کی طرف سے آ سکتا تھا۔ مگر اب یہ

حالت ہے کہ ساری جماعت نے بائیس سو روپیہ چندہ دیا ہے۔ حالانکہ اگر 600 میں سے 596 قادیان کی حفاظت کے لئے چلے جاتے، اُن کی ملازمتیں جاتی رہتیں اور اُن کے چندے بند ہو جاتے تب بھی چار آدمی جن کی بارہ تیرہ سو روپیہ ماہوار آمد ہوتی ۔ پچاس فیصدی کے حساب سے چندہ دے کر اس کمی کو پورا کر سکتے تھے۔ بلکہ ہوسکتا تھا کہ وہ کچھ زیادہ قربانی کر کے اس سے بھی زیادہ چندہ دیتے ۔ کیونکہ میری تحریک یہ ہے کہ سلسلہ کی موجودہ مشکلات میں ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ قربانی کرنی چاہیئے ۔ اگر وہ پچاس فیصدی سے بھی زیادہ دے سکتا ہے تو اُسے زیادہ دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی چاہیئے اور خدمت دین کے اس اہم موقع کو غفلت میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے ۔ یہ خیال کہ اگر یہاں کے سارے افراد حفاظتِ مرکز کے لئے چلے جاتے تب بھی وہ بات غلط تھی جو یہاں کے امیر صاحب نے مجھے لکھی کہ آپ یہ تو سوچیں کہ یہاں کے سب لوگ ملازمت پیشہ ہیں۔ اگر یہ سارے کے سارے چلے جائیں تو چندہ کون دے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر یہ سارے کے سارے چلے جاتے اور صرف چار پانچ باقی رہ جاتے تو جتنا چندہ لاہور کی جماعت نے اِس وقت دیا ہے اتنا چندہ وہ چند اشخاص دے سکتے تھے اور سلسلہ کو مالی لحاظ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ ہوسکتا تھا کہ چندہ بڑھ جائے کیونکہ اخلاص رکھنے والا انسان قربانی بھی زیادہ کیا کرتا ہے۔

بہرحال یہاں کی جماعت مجھے بتائے کہ اب وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے کام لے کر وہ تیس چالیس ہزار کی کمی نومبر میں پورا کرے گی۔ اور اگر نومبر میں تیس چالیس ہزار روپیہ کی ادائیگی کی روح اس میں پیدا ہوسکتی ہے تو کیوں اس چندہ کو چھ ماہ میں تقسیم کر کے اس نے ادا نہ کیا اور سلسلہ کو مالی لحاظ سے نقصان پہنچایا۔ مَیں نے پچھلے دنوں جب مغرب کے بعد یہاں لاہور کی جماعت کے متعلق تقریر کی تو مَیں نے چندہ کا اندازہ ایک ہزار روپیہ تک کیا تھا۔ مگر حساب دیکھا تو معلوم ہوا کہ جماعت لاہور نے آخری ماہ تک بائیس سو روپیہ چندہ دیا ہے۔ حالانکہ کئی لوگ ایسے ہیں جو پچاس فیصدی کے حساب سے اکیلے اکیلے پانچ پانچ سو روپیہ کی رقم دے سکتے ہیں۔ مگر یہاں کے چھ سو کمانے والے افراد نے کُل بائیس سو روپیہ دیا ہے۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ باہر کی جماعتوں کا کیا حال ہوگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باہر کی جماعتوں کو مشکلات بھی ہیں ۔ کچھ ریلوں کی خرابی کی وجہ سے، کچھ ڈاک کے نقص کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ بیرونی جماعتوں سے چیک نہیں آ سکتے ۔

چندہ بھجوانے میں اُنہیں بہت سی دقتیں ہیں مگر پھر بھی ہزار ہزار میل دور بیٹھے اُن کے اندر قربانی کا جو جذبہ پایا جاتا ہے وہ یہاں کی جماعت سے بہت زیادہ ہے۔ کلکتہ، لکھنؤ اور حیدرآباد وغیرہ کی جماعتوں میں بڑے زور شور سے یہ تحریک جاری ہے کہ ہمیں پچاس فیصدی چندہ دینا چاہیے اور بعض نے تو بینکوں میں روپیہ جمع کرانا بھی شروع کر دیا ہے۔ صرف ڈرافٹ کا انتظار ہے۔ مگر یہاں کی جماعتوں نے ابھی اس میں حصہ نہیں لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن جماعتوں کا چندہ پہنچ رہا ہے وہ بہت کم ہے اور ہماری ماہوار آمدن آٹھ دس اور پندرہ ہزار تک ہے۔ حالانکہ یہ رقم قادیان کے لنگر کا خرچ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ کُجا یہ کہ لاہور کے لنگر کا خرچ اس سے چلایا جائے۔ صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کو تنخواہیں دی جائیں۔ تحریک جدید کے کارکنوں کو وظائف دیئے جائیں۔ باہر کے مبلغین کو اخراجات بھجوائے جائیں۔ ہندوستان کے مبلغوں کے اخراجات برداشت کئے جائیں۔ کالجوں، سکولوں اور اخباروں کا بوجھ اُٹھایا جائے۔ ہمارا خرچ قریباً سَوا یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ ماہوار تھا۔ مگر اب اوسط ماہوار آمد پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ حالانکہ خرچ بڑھ کر پونے دو لاکھ روپیہ ماہوار تک پہنچ گیا ہے۔ پونے دو لاکھ خرچ اور پندرہ ہزار آمد ہو تو خود ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جماعت کی کیا حالت ہوگی۔ دُور کے لوگ تو شاید سمجھتے ہوں کہ کوئی سونے کی کان نکل آئی ہے جس سے جماعت کام چلا رہی ہے۔ مگر کیا لاہور والوں کو نظر نہیں آ رہا کہ سلسلہ پر کیا مشکلات ہیں اور ان کی اپنی حالت کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ گیارہ بارہ ہزار چندہ دیتے انہوں نے اپنے لکھوائے ہوئے بجٹ سے بھی کم اور بہت کم چندہ دیا ہے۔ حالانکہ اگر وہ دیانتداری سے اپنی آمدنیں لکھوائیں اور پچاس فیصدی کے حساب سے چندہ دیں تو یہاں کی جماعت ہی بیس پچیس ہزار روپیہ ماہوار چندہ دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ اُن کو مشکلات کا احساس ہو۔ اور ویسا ہی احساس ہو جیسے کسی کی بیوی یا کسی کا بچہ بیمار ہو جاتا ہے یا کسی کے ہاں شادی کی کوئی تقریب آ جاتی ہے تو اُسے احساس ہوتا ہے۔ بسا اوقات لوگ بیٹوں کی شادی پر اتنا قرض لے لیتے ہیں کہ بیس بیس سال تک قرض ادا کرتے رہتے ہیں۔ کیا دین پر مصیبت آئے تو اُس وقت ایک مومن کو ایسی ہی بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر قربانی نہیں کرنی چاہیئے؟ یقیناً ایسی ہی قربانی کرنی چاہیئے۔ مگر ضرورت ہے توجہ کی، ضرورت ہے اخلاص اور ایمان کی، ضرورت ہے جذبۂ ایثار اور قربانی کی، باہر کی

جماعتوں کا بھی یہی حال ہے۔ بیشک انہیں دقتیں بھی ہیں اور کئی مقامات سے منی آرڈر نہیں آ سکتے اور جماعتیں اپنے آدمیوں کے ذریعہ چندہ بھجواتی ہیں مگر پھر بھی اُن کی سُستی اِس وجہ سے ہے کہ انہیں ابھی صحیح حالات معلوم نہیں ہوئے اور اس لئے وہ قربانی میں پورے طور پر حصہ نہیں لے رہے۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک دوسرا الہام بھی اس موقع پر نہایت شاندار طریق پر پورا ہوا ہے۔ اور وہ الہام بَـلِیَّۃٌ مَـالِیَّۃٌ 7 کا ہے یعنی ایک خطرناک مالی مصیبت جماعت کو پیش آنے والی ہے۔ چنانچہ اُدھر یہ ابتلاء آیا اور اِدھر مالی مصیبت بھی ساتھ ہی پیش آ گئی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ مصیبت جلد دور ہو جائے گی اور ہماری مشکلات کا دَور ختم ہو جائے گا۔ ہمیں اگر دکھ ہے تو یہ کہ دیر سے ہمارے ساتھ چلنے والے بعض لوگ ان مشکلات میں سلسلہ سے نکالے نہ جائیں۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ابتلاء محض اس لئے آیا ہے کہ انہیں جانچا جائے اور ان کا امتحان لیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ اُن میں بے ایمانی پیدا ہو جائے اور انہیں سلسلہ سے الگ ہونا پڑے۔ جس طرح بچے کا رونا ماں کے لئے مصیبت ہوتی ہے اِسی طرح پُرانے دوستوں کا بچھڑنا اور اُن کا الگ ہونا بھی ایک دکھ کا موجب ہوتا ہے۔ مگر یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہر شخص جو اپنے اندر ایک تغیر پیدا نہیں کرتا اِس سلسلہ سے ضرور نکالا جائے گا۔ میری رشتہ داری یا میری دوستی یا میری مجالس میں آگے بڑھ بڑھ کر بیٹھنا اور باتیں کرنا۔ اُنہیں ہرگز فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو خدا کی قسم! میں اُس کا ہاتھ کاٹ دوں 8۔ اسی طرح کون ہے جو ان دنوں میں سنگ دلی سے کام لے جب خدا تعالیٰ کی جماعت مشکلات میں مبتلا ہو۔ اور پھر یہ سمجھ لے کہ میرے ساتھ اُس کا کوئی واسطہ یا رشتہ اُسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے گا۔ میری رشتہ داری یا میری دوستی کسی کو الٰہی عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ اگر کوئی غلط راستہ پر قدم مارتا ہے تو وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ ہاں ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہونگے اور وہ اپنی جماعت کو ان بلاؤں کے طوفان میں ضرور محفوظ رکھے گا۔ ہمارے لئے جو سوال ہے وہ یہ نہیں کہ خدا اپنی جماعت کو بچائے گا یا نہیں؟ ہمارے لئے جو سوال اہمیت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے دوست اور عزیز اُس کے عذاب سے بچ جائیں۔ ورنہ خدا اپنی جماعت کو

بچانے پر قادر ہے۔ اور وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا۔ ہمیں اس کا فکر نہیں۔ ہمیں فکر ہے تو یہ کہ ہمارے دوست اور ہمارے عزیز اور ہمارے واقف اپنی غفلتوں اور سُستیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور ایمان سے بے بہرہ ہو کر کہیں مرتدوں اور بے ایمانوں میں شامل نہ ہو جائیں۔'' (الفضل 11 نومبر 1947ء)

1، 2: مسلم کتاب الصَّلوٰۃ باب تَسْوِیۃ الصفوف میں ''سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ '' کے الفاظ ہیں

3: الاعراف: 83۔ النمل: 57

4: الانعام: 97۔ حٰمٓ السجدۃ: 13۔ یٰسین: 39

5: المائدۃ: 57

6: بخاری کتاب الحج باب تَوْرِیْث دَوْرِ مَکَّۃَ (الخ)

وبخاری کتاب المغازی باب أین رَکَزَ النَّبِیُّ ﷺ الرَّأیَۃَ یَوْمَ الفَتْح

7: تذکرہ صفحہ 406۔ ایڈیشن چہارم

8: بخاری کتاب المغازی باب مقام النَّبِی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ زَمَنَ الْفَتْحِ۔

وبخاری کتاب الحدود باب کَرَاھِیۃ الشَّفَاعَۃِ فِی الحَدِّ (الخ)